اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام

سے منقول تفسیری روایات

سید حسنین عباس گردیزی*

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے سر چشمہ ہدایت ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہُ لَحٰافِظُون (الحجر، ۹)

یعنی: ''یقینا اس ذکر کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

تمام شیعہ وسنی علماء کا اجماع ہے کہ قرآن ہر قسم کی لفظی تحریف سے مبرا ہے لیکن معنی کے اعتبار سے ہر شخص اپنے فہم اور عقیدے کے مطابق اس کی تفسیر کرتا ہے لہٰذا مذاہب باطلہ کے علماء اپنے عقیدے کے حق میں قرآن مجید کی آیات سے ہی استدلال کرتے ہیں۔

اس بنا پر قرآن مجید کے لیے ایک ایسے مفسر مبین اور تشریح کرنے والے کی ضرورت ہے جس کی پیش کردہ تفسیر کو الٰہی تائید حاصل ہو، عصر رسولؐ میں یہ مفسر خود حضرت رسول اکرم ﷺ تھے۔جب تک رسول اللہؐ موجود تھے صحابہ کرام انہی سے قرآن کی تفسیر، تشریح اور وضاحت پوچھ لیتے تھے۔آنحضرتؐ نے اپنی رحلت کے بعد یہ فریضہ اہلبیت کے سپرد کیا ہے۔اور چند مقامات پر حدیث ثقلین کی صورت میں اس کی تاکید فرمائی۔

انی تارک فیکم خلیفتین (الثقلین) کتاب اللہ حبل ممدود مابین السماء والارض وعترتی اھل بیت وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (1)

یعنی ''میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں اور جانشین چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک، اللہ کی کتاب ہے، جو کہ آسمان سے زمین تک کھینچی ایک رسی ہے، اور دوسری، میری اہلبیت، یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے۔''

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (2)

یعنی: '' علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہیں؛ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔''

قرآن اور اہل بیت کا یہ ساتھ اور عدم جدائی کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک سے دوسرے کے بغیر ہدایت وراہنمائی لینا ممکن نہیں ہے ہدایت وراہنمائی میں ان دونوں کا کردار ایک ہے۔اہل بیتؑ پیغمبر اکرم ﷺ کی طرح قرآن مجید کی تفسیر و تشریح بیان کرتے رہے ہیں اور قرآن کے تشریع شدہ اصولوں کی تفصیل بتاتے رہے ہیں۔

---

*۔مدرس جامعۃ الرضا، مدیر اعلیٰ مجلّہ نور معرفت، بارہ کہو، اسلام آباد

رسول خدا ﷺ کے بعد قرآن مجید کے سب سے بڑے عالم حضرت علی ابن ابی طالبؑ تھے، حضرت علیؑ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں:

سلونی فواللہ لا تسالونی عن شیئی الا اخبرتکم، سلونی عن کتاب اللہ فواللہ ما من آیۃ الا وانا اعلم بلیل نزلت اما بنہار ام فی سھل ام فی جبل (3)

یعنی: "مجھ سے پوچھو اللہ کی قسم! تم جس چیز کے بارے میں پوچھوگے تمہیں جواب دوں گا مجھ سے کتاب الٰہی کے متعلق پوچھو! اللہ کی قسم! اس کی کوئی بھی آیت ہو میں جانتا ہوں کہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں، میدانی علاقے میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر۔"

ایک اور مقام پر قسم کھا کر فرماتے ہیں:

واللہ ما نزلت آیۃ الاّ وقد علمت فیم انزلت واین انزلت ان ربی وھب لی قلبا عقولا ولسانا سوولا (4)

یعنی: "اللہ کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں اتری جس کا مجھے پتہ نہ ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں اتری، اور کہاں اتری۔ بے شک میرے رب نے مجھے فہم قلب اور سوال طلب زبان عطا کی ہے۔"

حضرت علی ابن طالبؑ کے علم کا سرچشمہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی تھی اور ان کے ذریعے یہ علم دیگر ائمہؑ تک منتقل ہوا ہے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللہ عَلَّمَ نَبِیَّہُ التنزیل والتأویل فعلَّم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علیاً وعَلَّمَنَا (5) (6)

یعنی "حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے تنزیل اور تاویل کا علم اپنے نبیؐ کو سکھایا اور رسول ﷺ نے یہ علم علیؑ کو اور انہوں نے ہمیں اس کی تعلیم دی ہے۔"

اس لحاظ سے ائمہ ہدیٰؑ قرآن کی تفسیر کا سرچشمہ ہیں اور ان کے علم کا سرچشمہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔

امام صادقؑ نے بہت سے مقامات پر آیات قرآنی کی تشریح اور تفسیر بیان فرمائی ہے۔ان سے منقول تفسیری روایات میں قرآن کی معنوی تفسیر پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور ان میں لفظی تفسیر کے متعلق بہت ہی کم روایات ہیں، اس کی دلیل یہ ہو سکتی ہے کہ لفظی اور لغوی تفسیر زیادہ مشکل اور پیچیدہ کام نہیں تھا بلکہ اہل لغت غور و فکر کے نتیجے میں اس تک پہنچ جاتے ہیں لیکن قرآن کی معنوی تفسیر کے لیے دین کے عمیق علم، روح قرآن سے آگاہی اور الٰہی بصیرت کی ضرورت ہے اور یہ ایسی چیز نہیں جو ہمیشہ بشری علوم اور انسان تجربات سے حاصل ہو سکے بلکہ کتاب الٰہی کی معنوی تفسیر انہی افراد کا خاصہ ہے۔

قرآن-"اولو الباب" "اھل الذکر" (7) اور "مطھرون" (8)

کے نام سے یاد کرتا ہے۔اور اہل بیتؑ ان عناوین کے کامل اور اکمل مصداق ہیں۔

کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی مشہور اور متواتر حدیث ثقلین میں اہل بیتؑ اور قرآن کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔

امام صادقؑ اہل بیتؑ میں سے ایک ہستی ہیں جو تمام مذاہب کے لیے یکساں طور پر قابل احترام ہیں۔

قرآن کی تفسیر میں آپؑ سے بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں لیکن ہم نے اس مقالے میں فقط "اصول کافی" کی کتاب التوحید سے آپؑ کی روایات کا انتخاب کیا ہے۔

آیت:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (الفاتحہ،۱)

یعنی: "بنام خدائے رحمٰن و رحیم"

روایت:

عن عبد اللہ بن سنان قال: سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم قال: الباء بھاء اللہ والسین سناء اللہ والمیم مجد اللہ، و روی بعضھم: المیم ملک اللہ، واللہ الہ کل شی الرحمن بجمیع خلقہ والرحیم بالمومنین خاصۃ (9)

یعنی: ''عبد اللہ بن سنان نقل کرتے ہیں کہ امام صادقؑ سے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا: با سے مراد بہاء اللہ یعنی اللہ کی خوبصورتی ہے سین سے مراد سناء اللہ یعنی روشنی یا رفعت وبلندی ہے میم سے مراد اللہ کی عظمت اور بزرگی ہے بعض نے روایت کی ہے کہ میم سے مراد خدا کا ملک ہے۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کا معبود ہے اپنی تمام مخلوق پر مہربان ہے اور مومنین پر بطور خاص رحمت کرنے والا ہے۔''

آیت:

''لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ (الشوریٰ،۱۱)

یعنی: ''اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔''

روایت:

عن زرارۃ بن اعین قال: سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول: اِنَّ اللہ خلو من خلقہ وخلقہ خلو منہ وکل وقع علیہ اسم شی ما خلا اللہ فھو مخلوق واللہ خالق کل شی، تبارک الذی لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر

یعنی: ''زرارۃ بن اعین بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ کو فرماتے ہوئے سُنا:

بے شک اللہ تعالیٰ مخلوق سے خالی اور مبرا ہے اور مخلوق اس سے خالی ہے ہر وہ چیز جس پر لفظ شی کا اطلاق ہوتا ہے اور اللہ سے خالی ہے پس وہ مخلوق ہے۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، بابرکت ہے وہ ذات جس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔''

آیت:

لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ وَھُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ

یعنی: ''نگائیں اُسے پا نہیں سکتیں جب کہ وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین اور بڑا باخبر ہے۔'' (الانعام،۱۰۳)

روایت:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ ''لا تدرکہ الابصار'' قال: احاطۃ الوھم الا تری الی قولہ: ''قد جاء کم بصائر من ربکم'' لیس یعنی بصر العیون ''فمن ابصر فلنفسہ'' لیس یعنی من البصر بعینہ ''ومن عمی فعلیھا'' لیس یعنی عمی العیون انما عنی احاطۃ الوھم کما یقال فلان بصیر بالشعر۔ وفلان بصیر بالفقہ، وفلان بصیر بالدراھم، وفلان بصیر بالثیاب، اللہ اعظم من ان یری بالعین۔ (10)

امام صادقؑ اس آیت (الانعام،۱۰۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

یعنی: ''اس سے مراد یہ ہے کہ وہ وہم وخیال میں نہیں سماتا، کیا تم نے ایک اور آیت (الانعام ۱۰۴) کو ملاحظہ نہیں کیا جس میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے ''تحقیق تمہارے پروردگار کی طرف سے بصیرت افروز دلائل آئے ہیں'' اس سے مراد آنکھوں سے دیکھنا نہیں ''جس نے دیکھا اپنے لیے دیکھا ہے'' اس کا مقصد بھی آنکھوں سے دیکھنا نہیں ''اور جو بھی اندھا ہے اس کا نقصان اُسی کے لیے ہے'' اس کا مطلب

بھی آنکھوں سے اندھا ہو نا نہیں پس اس کا معانی وہی وہم وخیال میں احاطہ کر نا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص شعروں کا بصیر ہے یعنی اس کی سمجھ بوجھ رکھتا ہے یا فلاں فقہ کا بصیر ہے، فلاں دارھم یعنی روپے کا بصیر یعنی آگاہی رکھنے والا ہے اور فلاں شخص کپڑے کا بصیر ہے یعنی کپڑے کی خوب پہچان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بڑا اور بلند ہے کہ وہ آنکھ سے دیکھا جاسکے۔"

آیت:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ

یعنی: "اور انہوں نے اللہ کو ایسے نہیں پہچانا جیسے اُسے پہچاننے کا حق ہے۔" (الانعام، ۹۱)

روایت:

عن فضیل بن یسار قال: سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول: ان اللہ لایوصف وکیف یوصف ؟ وقد قال فی کتابہ " وما قدرو اللہ حق قدرہ " فلا یوصف بقدر الا کان اعظم من ذلک۔ (11)

یعنی: "حضرت صادقؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی توصیف بیان نہیں کی جاسکتی اور اس کی توصیف کیسے کی جاسکتی ہے حالانکہ خود اُس نے فرمایا ہے "اور انہوں نے اللہ کو ایسے نہیں پہچانا جیسے پہچاننے کا حق ہے" اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی توصیف کی جائے پھر بھی وہ ذات اس سے بھی اعلیٰ اور بلند تر ہے۔"

آیت:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

یعنی: "وہی اول اور وہی آخر ہے نیز وہی ظاہر اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔" (الحدید، ۳)

روایت:

ابن ابی یعفور بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے اس ارشاد الٰہی "ھو الاول والاخر" کی تفسیر پوچھی میں نے عرض کیا کہ اول کو تو ہم جانتے ہیں لیکن الآخر کی تفسیر ہمارے لیے بیان کریں،

انہوں نے فرمایا:

انہ لیس شی الا یبید او یتغیر او یدخلہ التغیر والزوال او ینتقل من لون الی لون، ومن ھیئۃ الی ھیئۃ، ومن صفۃ الی صفۃ، ومن زیادۃ الی نقصان ومن نقصان الی زیادۃ الا رب العالمین فانہ لم یزال ولا یزل بحالۃ واحدۃ، ھو الاول قبل کل شیء وھو الاخر علی مالم یزل، ولا تختلف علیہ الصفات والا سماء کما تختلف علی غیرہ، مثل الانسان الذی یکون تراباً مرۃ، ومرۃ لحماً ودماً، ومرۃ رفاتا ورمیاً، وکالبُسر الّذی یکون بلحاً ومَرّبُسراً ومَرّۃً رطبا ومرۃ تمراً، فتبدل علیہ الا سماء والصفات واللہ جل وعز بخلاف ذلک۔ (12)

یعنی: "اس کا مطلب یہ کہ خدا کے سوا ہر چیز نابود یا دگرگوں ہو جائے گی، یا اس میں تغیر و تبدل یا زوال وقوع پذیر ہو گا یا وہ رنگ بدلے گی یا ایک شکل سے دوسری شکل اختیار کرے گی یا ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہو گی یا پھر زیادتی سے کمی میں منتقل ہو گی یا کمی سے اضافے میں بدلے گی صرف عالمین کا رب ہے جو ازل سے ابد تک ایک حالت میں ہے وہ ذات ہر چیز سے پہلے اول ہے اور وہی سب سے آخر ہے اور ہمیشہ سے ہے اس کی صفات نہیں بدلتیں اور اس کے اسماء میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا، جیسا کہ اس کے علاوہ چیزوں میں ہوتا ہے مثلاً انسان کبھی مٹی ہوتا ہے کبھی گوشت اور خون ہوتا ہے اور کبھی بوسیدہ ہڈی اور خاک ہوتا ہے، اسی

طرح کھجور کی مثال ہے کبھی وہ کچی کھجور ہوتی پھر پک جاتی ہے اور خشک ہو جاتی ہے ،اس کے نام اور صفات بدلتی رہتی ہیں ، لیکن اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کے برعکس ہے۔"

ایک اور روایت میں میمون البان نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے الاول والآخر کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں سُنا کہ انہوں نے فرمایا:

الاول لا عن اول قبله ،ولا عن بدء سبقه والآخر لا عن نهاية كما يعقل من صفة المخلوقين ، ولكن قديم اول آخر لم يزل ولا يزول بلا بدء ولا نهاية، لا يقع عليه الحدوث ولا يحول من حال الى حال، خالق كل شيء (13)

یعنی: "ایسا اول کہ اس سے پہلے کوئی اول نہ تھا، کسی پہل کرنے والے نے اس پر سبقت نہیں لی اور ایسا آخری ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ مخلوق کی توصیف سے ذہن میں آتا ہے لیکن وہ قدیم ہے اول وآخر ہے ،ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا،اس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ کوئی انجام اور انتہا ہے اس پر کوئی چیز حادث نہیں ہوتی اور وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں نہیں بدلتا،وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔"

آیت:

مَایَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اَلاَّ ھُوَ سَادِسُھُمْ

یعنی: "کبھی تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر یہ کہ ان کا چوتھا اللہ ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں کی مگر یہ کہ ان کا چھٹا اللہ ہوتا ہے۔" (المجادلہ ۵۸)

روایت:

عن ابی عبد الله عليه السلام فی قوله تعالیٰ : "مَایَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اَلاَّ ھُوَ سَادِسُھُمْ" فقال هو واحد و احدی الذات بائن من خلقه وبذاك وصف نفسه "وهو بكل شی محيط" بالاشراف والاحاطة والقدرة "لا يعزب عنه مثقال ذرّة فی السماوات ولا فی الارض ولا اصغر من ذلك ولا اكبر" بالاحاطة والعلم لا بالذات لان الاما كن محدود تحويها حدود اربعة فاذاكان بالذات لزمها الحواية" (14)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت صادقؑ نے فرمایا :

یعنی: "اللہ تعالیٰ یکتا ہے اور یکتا حقیقت ہے۔اپنی مخلوق سے الگ اور جدا ہے۔اُس نے اپنے آپ کا تعارف یوں کرایا ہے کہ وہ ہر چیز پر اپنی قدرت وطاقت نگرانی اور قبضے کے ساتھ محیط ہے ذرے کے برابر بھی کوئی چیز آسمانوں اور زمین میں اس کے علم سے خارج نہیں ہے نہ ہی اس سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی چیز ،ان پر احاطہ علم کے لحاظ سے ہے نہ ذات کے اعتبار سے ، کیونکہ مکان اپنی ذات میں محدود ہوتے ہیں اور ان کی چار حدود ہوتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے ان کو گھیرے ہوئے ہو تو پھر وہ محدود ہو جائے گا اور احاطہ میں آجائے گا۔"

آیت:

فی قولہ : الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (الطٰہٰ ۵)

یعنی: "وہ رحمٰن جس نے عرش پر اقتدار قائم کیا۔"

روایت:

ا۔عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ سئل عن قول اللہ عزوجل ''الرحمن علی العرش استوی علی کل شی ،فلیس شیی اقرب الیہ من شیی (15)

یعنی: ''امام صادقؑ سے جب اس آیت کے بارے میں سوال ہو تو انہوں نے فرمایا: ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ ہر چیز پر مسلط اور حاوی ہے کوئی بھی چیز کسی دوسری کی نسبت اس کے قریب تر نہیں ہے۔''

۲۔عن عبد الرحمن بن الحجاج قال: سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن قول اللہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی'' فقال استوی فی کل شیئ فلیس شیی اقرب الیہ من یشی ،لم یبعد منہ بعید ،ولم یقرب منہ قریب ، استوی فی کل شیئ (16)

اس آیت کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا:

یعنی: ''اللہ تعالیٰ سے ہر چیز کی نسبت برابر ہے کوئی چیز، دوسری چیز سے زیادہ اس کے قریب نہیں ہے کوئی دور اس سے دُور نہیں ہے اور کوئی نزدیک اس سے قریب نہیں ہے ہر چیز سے اس کی نسبت برابر ہے۔''

آیت:

وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (البقرہ،۲۵۵)

یعنی: ''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے۔''

روایت:

ا۔عن الفضیل بن یسار قال: سالت ابا عبد اللہ علیہ عن قول اللہ جل وعز ''وسع کرسیہ السماوات والارض'' فقال: یا فضیل کل شی فی الکرسی السماوات والارض وکل شی فی الکرسی (17)

یعنی: ''امام صادق۔نے فرمایا: اے فضیل! ہر چیز کرسی میں ہے، آسمان، زمین اور ہر چیز سب کرسی کے اندر ہے۔''

۲۔عن زرارۃ بن اعین قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن قول اللہ جل وعز ''وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ'' السماوات والارض وسعن الکرسی ام الکرسی وسع السماوات والارض فقال بل الکرسی وسع السماوات والارض والعرش کُلُّ شیئ وسع الکرسی۔

یعنی: ''اس قول الٰہی کی تفسیر کے بارے میں حضرت صادقؑ سے میں نے سوال کیا کہ کیا آسمانوں اور زمین نے کرسی کو اپنے اندر لیا ہوا ہے یا کرسی نے آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لیا ہوا ہے امام صادقؑ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے اور اس نے ان کو اپنے اندر سمویا ہوا ہے، عرش اور ہر چیز کرسی میں سما جاتی ہے۔''

اسی باب میں حدیث ۵ میں بھی امامؑ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ کرسی کے اندر ہر چیز سمائی ہوئی ہے۔

آیت:

وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ اِلٰہٌ وَّفِی الارضِ اِلٰہٌ (الزخرف،۸۴)

یعنی: ''اور وہ وہی ہے جو آسمانوں میں بھی الہ (معبود) ہے اور زمین میں بھی الہ۔''

روایت:

عن هشام بن الحکم قال: قال ابو شاکر الدیصانی: ان فی القرآن آیۃ ھی قولنا، قلت: ماھی؟ فقال: ''وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الارضِ اِلٰه'' فلم أدر بما اجیبه، فحججت فخبرت أباعبد الله علیه السلام فقال: ھذا کلام زندیق خبیث، اذا رجعت الیه فقل له: ما اسمك بالکوفة؟ فانه یقول فلان فقل له: ما اسمك بالبصرۃ؟ فانه یقول: فلان۔ فقل، کذلك الله ربنا، فی السماء اله، وفی الارض اله، وفی البحار اله، وفی القفار اله، وفی کل مکان اله، قال: فَقَدُمت فاتیت ابا شاکر فاخبرته، فقال: ھذه نقلت من الحجاز۔ (18)

یعنی: ''ہشام بن حکم بیان کرتے ہیں کہ ابو شاکر دیصانی نے کہا کہ قرآن میں ایک آیت ہے جو ہمارے نظریے پر دلالت کرتی ہے، میں نے پوچھا: کونسی آیت؟ اس نے کہا ''وَهُوَ الَّذِي فِي السَّماءِ اِلٰهٌ وَفِي الارضِ اِلٰه'' میں نہیں جانتا تھا کہ اُسے کیا جواب دوں میں حج پر گیا اور امام صادقؑ سے اس بات کو بیان کیا، آپ نے فرمایا: یہ خبیث زندیق کی بات ہے۔ جب تم واپس جاؤ تو اس سے پوچھو کوفہ میں تمہارا کیا نام ہے وہ کہے گا فلاں پھر پوچھو بصرہ میں تمہارا کیا نام ہے تو وہ کہے گا وہی نام ہے؟ اس کے جواب میں کہو کہ ہمارا رب اللہ عزوجل بھی ایسے ہے، اُسے آسمانوں میں الہ کہتے ہے، زمین بھی اُسے الہ کہا جاتا ہے وہ سمندروں میں الہ ہے اور صحراؤں میں الہ ہے اور ہر جگہ الہ ہے، راوی کہتے ہیں کہ یں کوفہ واپس پہنچ کر ابو شاکر کو جواب دیا تو اس نے کہا یہ جواب حجاز سے آیا ہے۔''

آیت:

وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (ھود،۷)

یعنی: ''اور اس کا عرش پانی پر ہے۔''

روایت:

عن عبد الرحمن بن کثیر عند اود الرقی قال: سالت اباعبد الله علیه السلام عن قول الله عزوجل: ''وکان عرشه علی الماء'' فقال ما یقولون؟ قلت: یقولون: ان العرش کان علی الماء والرب فوقه، فقال کذبوا، من زعم ھذا فقد صیّر الله محمولا ووصفه بصفة المخلوق ولزمه ان الشی الذّی یحمله اقوی منه، قلت بیّن لی جعلت فداك؟ فقال: ان الله حمّل دینه وعلمه الماء قبل ان یکون ارض او سماء اوجن او انس او شمس اوقمر، فلما أراد الله ان یخلق الخلق نثرھم بین یدیه فقال لھم: من ربکم؟ فاول من نطق: رسول الله ﷺ وامیرالمومنین علیه السلام والائمة صلوات الله علیھم فقالوا: انت ربنا، فحمّلھم العلم والدین، ثم قال للملائکة: ھولاء حملة دینی وعلمی وامنائی فی خلقی وھم المسؤولون، ثم قال لبنی آدم: أقرّوا الله بالربوبیة ولھولاء النفر بالولایة والطاعة، فقالوا: نعم ربنا أقررنا، فقال الله للملائکة: اشھدوا۔ فقالت الملائکة شھدنا علی أن لا یقولوا غداً: ''انا کنا عن ھذا غافلین أو یقولوا انما أشرك آباؤنا من قبل وکُنَّا ذرّیّة من بعدھم أفتھلکنا بما فعل المبطلون'' یا داود ولا یتنا مؤکدۃ علیھم فی المیثاق۔ (19)

یعنی: ''داؤد رقی نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے اس آیت ''وکان عرشه علی الماء'' کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے پوچھا کہ دوسرے لوگ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں میں نے جواب دیا۔ دوسرے کہتے ہیں کہ عرش پانی پر ہے اور رب اس کے اوپر ہے۔ امامؑ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں، جس کا بھی یہ نظریہ ہے اس نے اللہ کو محمول (اٹھایا ہوا) شمار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت سے توصیف کی ہے جو اس کی مخلوق سے مختص ہے اور اس کا لازمہ ہے کہ جس چیز نے اُسے اٹھایا ہوا ہے وہ اس سے قوی اور مضبوط ہو۔ راوی نے

عرض کیا: میں قربان جاؤں آپ میرے لیے وضاحت فرمائیں انہوں نے فرمایا: (اس کا مطلب یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمانوں جنوں، انسانوں، سورج اور چاند کے ہونے سے پہلے اپنے دین اور علم کو پانی پر رکھا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق (انسانوں) کو خلق کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں اپنے سامنے پھیلا دیا اور ان سے پوچھا: تمہارا رب کون ہے؟ سب سے پہلے جنہوں نے اپنی زبان کھولی وہ رسول اکرمؐ امیر المومنین۔ اور آئمہ ہدیٰ تھے۔ انہوں نے کہا تو ہمارا رب ہے پس اللہ عزّ وجلّ نے علم اور دین ان کے سپرد کر دیا پھر ملائکہ سے فرمایا: یہ ہستیاں میرے دین اور علم کی حامل، میری مخلوق میں میرے امین اور یہی مسئول ہیں (جن سے پوچھا جائے) پھر اللہ عزّ وجلّ نے بنی آدم سے فرمایا: اللہ کے لیے ربوبیت کا اقرار کرو اور ان افراد کے لیے ولایت اور اطاعت کا اقرار کرو انہوں نے جواب دیا: ہاں! اے ہمارے رب! ہم نے اقرار کیا اس کے بعد اللہ جل شانہ نے ملائکہ سے فرمایا: گواہ رہنا۔ فرشتوں نے کہا: ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ کل یہ نہ کہیں کہ تحقیق ہم تو اس بات سے غافل اور بے خبر تھے یا یہ کہیں کہ بے شک اس سے پہلے ہمارے آباءُ واجداد مشرک ہوئے اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد اور ذریت ہیں اور ہم ان کی خلاف ورزی نہ کر سکے تو کیا تو ہمیں ان باطل پرستوں کے عمل کی وجہ سے ہلاک کرے گا۔ اے داود! اس میثاق میں ہماری ولایت کی ان پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔"

آیت:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (الحجر ۲۹)

یعنی: "پھر جب میں اس کی تخلیق مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔"

روایت:

۱۔ عن الاحول قال: سالت ابا عبد الله علیه السلام عن الروح التی فی آدم علیه السلام قوله "فاذا سویته ونفخت فیه من روحی" قال: هذه روح مخلوقة والروح التی فی عیسی مخلوقة (20)

یعنی: "احول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد الصادقؑ سے اس روح کے بارے میں پوچھا جو حضرت آدمؑ میں پھونکی گئی اور جس کا تذکرہ اس آیت (الحجر ۲۹) میں ہوا ہے، تو انہوں نے فرمایا: یہ روح مخلوق ہے اور وہ روح جو حضرت عیسیٰؑ میں تھی وہ بھی مخلوق ہے۔"

۲۔ عن حمران قال: سألت ابا عبد الله علیه السلام عن قول الله عزوجل "وروح منه" قال هی روح الله مخلوقة خلقها الله فی آدم وعیسی (21)

یعنی: "ایک اور روایت میں حمران نے جب "روح منہ" کے بارے میں سوال کیا تو امام صادقؑ نے فرمایا: یہ روح خدا ہے جو کہ مخلوق ہے اُسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے جسم میں پھونکا تھا۔"

۳۔ عن محمد بن مسلم قال: سألت ابا عبد الله علیه السلام عن قول الله عزوجل "ونفخت فیه من روحی" کیف هذا النفخ؟ فقال ان الروح متحرك كالريح وانما سمى روحا لانه اشتق اسمه من الريح وانما اخرجه عن لفظة الريح، لان الارواح مجانسة الريح وانما اضافه الى نفسه لانه اصطفاه على سائر الارواح، كما قال لبيت من البيوت بيتى، ولرسول من الرسل: خليلى واشباه ذلك وكل ذلك مخلوق مصنوع محدث مربوب مدبرٌ (22)

یعنی: "محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے قرآن کی آیت "ونفخت فیه من روحی" (حجر ۲۹) کے متعلق پوچھا: کہ یہ روح کیسے پھونک گئی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا روح ہوا کی طرح متحرک ہے اسی لیے اِسے روح کہا گیا ہے کیونکہ اس کا نام ریح (ہوا) سے مشتق ہے۔ اور اشتقاق کی وجہ یہ ہے کہ ارواح ہوا کی ہم جنس ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف دی ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اسے باقی ارواح سے برگزیدہ کیا ہے جیسا کہ اس نے ایک گھر کو اپنا گھر کہا ہے اور رسولوں میں سے ایک کو اپنا خلیل کہا ہے اور اس طرح کی دیگر مثالیں ہیں، یہ سب مخلوق ایجاد شدہ پرورش شدہ اور مُدَبَّر ہیں۔"

آیت:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ كُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَهٗ۔

یعنی: "اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ سوائے اس کے چہرے کے۔" (القصص، ۸۸)

روایت:

عن الحارث بن المغيرة النصرى قال: سئل ابوعبدالله عليه السلام عن قول الله تبارك وتعالى: "كُلُّ شئٍ هالِكٌ اِلاَّ وَجْهَهٗ" : فقال: ما يقولون فيه؟ قلت: يقولون: يهلك كل شئ الا وجه الله، فقال: سبحان الله لقد قالو قولا عظيماً، انما عنى بذلك وجه الله النبى يوتى منه (23)

یعنی: "حارث بن مغیرہ نصری روایت کرتے ہیں کہ حضرت صادقؑ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "كُلُّ شئٍ هالِكٌ اِلاَّ وَجْهَهٗ" کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس بارے میں وہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ "يهلك كُلُّ شئٍ هالِكٌ اِلاَّ وَجْهَهٗ" اللہ کے چہرے کے سوا ہر چیز نابود ہو جائے گی انہوں نے فرمایا:

"سبحان الله لقد قالوا قولا عظيما انما عنى بذلك وجه الله الذى يوتى منه"

یعنی: "سبحان اللہ ان لوگوں نے بہت بڑی بات کہی ہے، اس آیت میں "وجہ اللہ" سے مراد وہ ہے جس کے ذریعے سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوا جاتا ہے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں صفوان جمال نے مذکورہ آیت "كُلُّ شئٍ هالِكٌ اِلاَّ وَجْهَهٗ" کے بارے میں امام صادق -کے قول کے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

من اتى الله بما امربه من طاعة محمد صلى الله عليه وآله وسلم فهو الوجه الذى لا يهلك وكذلك قال: "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" (النساء، ۸۰) (24)

یعنی: "ہر وہ شخص جو محمد ﷺ کی اطاعت بجالائے جس کا اُسے حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ وہ بارگاہ الٰہی میں آئے تو یہ وہی وجہ (چہرہ) ہے جو نابود نہیں ہوگا۔ اسی طرح اس کا ارشاد ہے: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ہے۔"

آیت:

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف، ۱۸۰)

یعنی: "اور زیباترین نام اللہ ہی کے لیے ہیں پس تم اُسے انہی (اسماء حسنیٰ) سے پکارو۔"

روایت:

معاويه بن عمار عن ابى عبد الله عليه السلام فى قول الله عزوجل: "ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها" قال نحن والله الاسماء الحسنى التى لا يقبل الله من العباد عملا الا بمعرفتنا (25)

یعنی: "معاویہ بن عمار نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام صادقؑ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: اللہ کی قسم: اسماء حسنیٰ ہم ہیں، وہ اسماء کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کسی عمل کو قبول نہیں کرتا مگر ہماری معرفت کے ساتھ۔"

آیت:

فَلَمَّآ آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُم اَجْمَعِيْنَ (الزخرف ۵۵)

یعنی: ''پھر جب ان لوگوں نے ہمیں غضب ناک کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا پھر ان سب کو غرق کر دیا۔''

روایت:

اس کی تفسیر میں حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا:

ان الله عزوجل لا یاسف کاسفنا ولکنه خلق اولیاء لنفسه یاسفون ویرضون وهم مخلوقون مربوبون ،فجعل رضاهم رضا نفسه وسخطهم سخط نفسه لانه جعلهم الدعاة الیه والا دلاء علیه فلذلك صاروا کذلك ولیس أن ذلك یصل الی خلقه الی الله ما یصل الی خلقه لکن هذا معنی ما قال من ذلك وقد قال: ''من اهان لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربة ودعانی الیها' وقال ''ومن یطع الرسول فقد اطاع الله'' وقال ''ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم ''فکل هذا وشبهه علی ماذکرت لك وهکذالرضا والغضب وغیرهما من الا شیاء مما یشاکل ذلك ولو کان یصل الی الله الا سف والضجر، وهوالذی خلقها وانشاهما لجاز لقائل هذا ان یقول: ان الخالق یبید یوما ما ،لانه اذا دخله الغضب والضجر دخله التغییر ،واذا دخلهالتغییرلم یومن علیه الا بادة چم لم یعرف المکوَّن من المکوِّن ولا القادر من المقدور علیه ،ولا الخالق من المخلوق ،تعالیٰ الله عن هذا القول علوا کبیرا ،بل هوالخالق للاشیاء لالحاجة ،فاذاکان لالحاجة استحال الحدُّ والکیف فیه ؛فافهم ان شاء الله تعالیٰ(26)

یعنی: ''بے شک اللہ تعالیٰ ہماری طرح غصہ اور افسوس نہیں کرتا لیکن اس نے اپنے دوست اور اولیاء خلق فرمائے ہیں وہ غصے ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ اس کی مخلوق اور اس کے پرورش شدہ ہیں ان کی رضا اور خوشنودی کو اللہ عزوجل نے اپنی رضا اور خوشنودی قرار دیا ہے اور ان کے غصے کو اپنا غصہ قرار دیا ہے کیونکہ اس نے انہیں اپنی طرف دعوت دینے والے اور اپنی طرف راہنمائی کرنے والے قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے وہ اس مقام تک پہنچے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ جس طرح نافرمانی سے مخلوق کو نقصان پہنچتا ہے اسی طرح اللہ کو نقصان ہوتا ہے۔ اور اس بارے میں جو کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ تحقیق خداوند متعال نے ارشاد فرمایا ہے: ''جس کسی نے میرے دوست کی اہانت کی اُس نے مجھے جنگ کے لیے لکارا ہے اور جنگ کی دعوت دی ہے'' اور اُس نے ارشاد فرمایا ہے: ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ہے'' اسی طرح فرمایا: بے شک جنہوں نے تیری بیعت کی ہے انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں سے اوپر ہے'' یہ سب کچھ اور اس طرح کی اور باتوں کا مطلب یہی ہے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے اسی طرح رضا اور غضب ہیں اور ان دو کے مشابہہ دوسری چیزیں، اگر اللہ تعالیٰ پر افسردگی اور غم وغصے کی کیفیت کا طاری ہونا جائز ہو جبکہ وہ ان دو کا خالق اور ایجاد کرنے والا ہے، تو پھر کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایک دِن خالق دو جہاں نیستی میں بدل جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر غصہ اور افسردگی کی حالت اس پر طاری ہو جائے تو اس میں تغییر و تبدیلی رونما ہو گئی اور جس میں تغیر و تبدل ہو گیا وہ نیستی اور فنا ہونے سے نہیں بچ سکتا ایسی صورت میں پیدا کرنے اور پیدا ہونے والے میں، قادر اور مقدور علیہ میں اور خالق اور مخلوق میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اللہ تعالی ایسی باتوں سے بہت زیادہ بلند وبرتر اور مبرا ہے۔ بلکہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے بغیر اس کے کہ ان کی اُسے ضرورت ہو، جب اس کی خلقت کی بنیاد اس کی مخلوق سے بے نیازی پر مبنی ہے لہٰذا حد اور کیفیت اس کے لیے محال ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو انشااللہ تعالیٰ۔''

آیت:

يَمحُوا الله مايَشَاءُ وَيُثْبِتُ وعِنْدَهٗ اُمُّ الكِتٰبِ

یعنی: ”اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔“ (الرعد، ۳۹)

روایت:

اس آیت کے بارے میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

وھل یمحی الا ما کان ثابتا وھل یثبت الا ما لم یکن؟ (27)

یعنی: ”کیا وہ چیز جو ثابت اور موجود ہے اس کے علاوہ کوئی محو ہوتی ہے یا مٹائی جاتی ہے؟ اور جو موجود نہ ہو اس کے علاوہ کوئی وجود میں آتی ہے؟“

آیت:

أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (مریم، ٦٧)

یعنی: ”کیا اس انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پہلے اس وقت پیدا کیا جب وہ کچھ بھی نہ تھا۔“

مالک جہنی نے اس آیت کے بارے میں حضرت امام صادقؑ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

لا مقدرا! ولا مکوناً

یعنی: ”نہ ہی وہ تقدیر میں تھا اور نہ ہی وجود میں آیا ہوا تھا۔“

پھر اُس نے آیت:

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا

یعنی: ”کیا انسان پر ایسا وقت نہیں گزرا جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔“ (دھر، ١)

کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

”کان مقدراً غیر مذکور“

یعنی: ”وہ مقدر شدہ ہوتا ہے لیکن قابل ذکر اور اس کا نام نہیں ہوتا۔“

آیت:

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (البلد، ١٠)

یعنی: ”اور ہم نے دونوں راستے (خیر و شر) اسے دکھائے“

روایت:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: سألته عن قول اللہ عزوجل: ”وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ“ قال: نجد الخیر و الشر (28)

یعنی: ”امام صادقؑ نے فرمایا: اس سے مراد خیر اور شر کے راستے ہیں۔“

آیت:

فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ (الانعام، ١٢٥)

یعنی: ”پس جسے اللہ ہدایت بخشنا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو ایسا تنگ گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان کی طرف چڑھ رہا ہو۔“

روایت:

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل اذا اراد بعبد خیرًا نکت فی قلبہ نکتۃ من نور وفتح مسامع قلبہ ووکّل بہ ملکاً یسدّدہ واذا اراد بعبد سوٗ أنکت فی قلبہ نکتۃ سوداء وسدَّ مسامع قلبہ ووکّل بہ شیطانا یضلّہ (29)

یعنی: "بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نورانی نکتہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کے دل کے کان کھول دیتا ہے اور ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے اور جب کسی بندے کے بارے میں برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نکتہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کے دل کے کان بند کر دیتا ہے اور اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے جو اُسے گمراہ کرتا ہے اس کے بعد انہوں نے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔"

آیت:

وَمَا كَانَ اللّٰہُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ ھَدٰاھُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَھُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ

یعنی: "اور اللہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا یہاں تک کہ ان پر یہ واضح کر دے کہ انہیں کن چیزوں سے بچنا ہے۔" (توبہ،۱۱۵)

روایت:

اس بارے میں حضرت صادقؑ نے فرمایا:

حتی یعرفھم ما یرضیہ وما یسخطہ-

یعنی: "یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کی جو اس کی رضا و خوشنودی اور ناراضگی کا باعث ہیں" بندوں کو پہچان کراتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھا (الشمس،۸)

یعنی: "پھر اس نے نفس کو بدی اور تقویٰ کی ہدایت کی"

اس کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا:

"بَيّنَ لَھَا مَا تَأْتِیْ وَمَا تَتْرُكُ"

یعنی: "اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ وہ کیا کام انجام دے اور کون سے اعمال ترک کر دے۔"

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّا ھَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوراً (الدھر،۳)

یعنی: "ہم نے اُسے راستے کی ہدایت کی دی ہے خواہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا"

اس آیت کے متعلق انہوں نے فرمایا:

"عرّفناہ اِمّا آخذ واِمّا تارك"

یعنی: "خدا فرماتا ہے کہ ہم نے اُسے پہچان کرادی ہے خواہ وہ عمل کرے یا ترک کرے۔"

اور قرآن کی اس آیت:

وَاَمَّا ثَمُودَ فَھَدَيْنَاھُمْ فَاسْتَحَبُّوا العَمٰى عَلَى الھُدٰى۔

یعنی: ”ثمود کو ہم نے راہ راست دکھادی تھی مگر انہوں نے ہدایت کی جگہ اندھا رہنے کو پسند کیا۔“ کے متعلق فرمایا:

عرفناهم فاستحبوا العمی علی الهدی وهم یعرفون وفی روایة بیّنا لهم (30)

یعنی: ” ہم نے انہیں متعارف کرادیا اور پہچان کرادی پھر انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا۔ایک اور روایت میں ہے ہم نے ان کے لیے واضح بیان کر دیا۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1۔ مسند احمد بن حنبل ،۱۷ ۳،۳۶۷،۴۵۹،۲۶،۱۷،۱۴، ۳ترمذی ،الجامع الصحیح (سنن ترمذی) کتاب المناقب ۵۴۶، باب ۱۳۱ ابن مغازلی ،المناقب ، ۴ ۳ ۲، ۶ ۳ ۲ صحیح مسلم نے بھی اسی سے ملتے جلتے الفاظ میں اس روایت کو نقل کیا ہے ۳۲۶/۲

2۔ حاکم نیشاپوری ،المستدرک علی الصحیحین ، ج ۳، ص ۱۲۴، طبرانی ، المعجم الصغیر ، ج ،اص ۲۵۵ متقی ھندی ، کنزالعمال ، (طبع حلب) ج ۱۱، ص ۶۰۳

3۔ ابن عبد البر ،الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ، ج ۲، ص ۵۰۱، ابن حجر عسقلانی ، تہذیب التہذیب ، ج ۲، ص ۸۔ ۴۸۵

4۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبری ، ج ۲، ص ۳۳۸، حاکم حسکانی ، شواہد التنزیل ج ۱، ص ۴۵، حافظ ابی نعیم اصفہانی ، حلیة الاولیاء ج ۱، ص ۶۸، ۴۲

5۔ فتونی عاملی ، مرآة الانوار (مقدمہ تفسیر برھان) ص ۱۵

6 ۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (الزمر ،۹)

7۔ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ،۴۳)

8۔ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقعہ ،۷۹)

9۔ الکلینی ، ابو جعفر محمد بن یعقوب (م ۳۲۹/۳۲۸ھ) الاصول الکافی مصحح غفاری ، علی اکبر ، کتاب التوحید ، باب معانی الاسماءِ واشتقاقھا ، ج ۱، ص ۱۱۴، ح ۱، دار الاضواء ، بیروت

10۔ ایضاً ، باب فی ابطال الرؤیة ، ج ۱، ص ۹۸، ح ۹

11۔ ایضاً ، باب النھی عن الصفة لغیر ماوصف بہ نفسہ تعالیٰ ، ج ۱، ص ۱۰۳، ح ۱۱

12۔ ایضاً ، باب معانی الاسماءِ واشتقاقھا ، ج ۱، ص ۱۱۵، ح ۵

13۔ ایضاً ، باب معانی الاسماءِ واشتقاقھا ، ج ۱، ص ۱۱۶، ح ۶

14۔ ایضاً ، باب الحرکة والانتقال ، ج ۱، ص ۱۲۷، ح ۵

15۔ ایضاً ، باب الحرکة والانتقال ، ج ۱، ص ۱۲۷، ح ۱

16۔ ایضاً ، باب الحرکة والانتقال ، ج ۱، ص ۱۲۸، ح ۸

17۔ ایضا ، باب العرش والکرسی ، ج ۱، ص ۱۳۲، ح ۳

18۔ ایضاً ، باب الحرکة والانتقال فی السماء الہ ، ج ۱، ص ۱۲۹، ۱۲۸، ح ۱۰

19۔ ایضاً ، باب العرش والکرسیج ۱، ص ۱۳۲۔ ۱۳۳، ح ۷

20۔ ایضاً ، باب باب الروح ، ج ۱، ص ، ۱۳۳، ح ۱

21۔ ایضاً ، باب باب الروح ، ج ۱، ص ، ۱۳۳، ح ۲

22۔ ایضاً ، باب باب الروح ، ج ۱، ص ، ۱۳۴، ح ۲

23۔ ایضاً ، باب النوادر ، ج ۱، ص ۱۴۳، ح ۱

24۔ ایضا ، باب النوادر ، ج ۱، ص ۱۴۳، ح ۲

25۔ایضا، باب النوادر، ج۱، ص ۱۴۴، ح ۴

26۔ایضا، باب النوادر، ج۱، ص ۱۴۴، ۱۴۵، ح۶

27۔ایضا، باب البداء، ج۱، ص ۱۴۷، ۱۴۶، ح۲

28۔ایضا، باب البیان والتعریف ولزوم الحجۃ، ج۱، ص ۱۶۳، ح ۴

29۔ایضا، باب الھدایۃ انھا من اللہ عزوجل ج۱، ص۱۶۵، ح۲

30۔ایضا، باب البیان والتعریف ولزوم الحجۃ، ج۱، ص ۱۶۳، ح ۳